ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

صحیح بخاری میں مذکور اسماء الحسنیٰ، ایک تحقیقی مطالعہ
"کتاب التوحید کی روشنی میں"

THE ASMA-UL-HUSNA (BEAUTIFUL NAMES OF ALLAH) MENTIONED IN SAHIH AL-BUKHARI: A RESEARCH STUDY "IN THE LIGHT OF KITAB AL-TAWHID"

Dr. Abdul Haq.[i]
Ayesha.[ii]

ABSTRACT

Among the works of Imam Bukhari (may Allah have mercy on him), the most magnificent is Sahih al-Bukhari. Within its Kitab al-Iman (Book of Faith) and Kitab al-Tawhid (Book of Divine Oneness), he has compiled the majority of discussions pertaining to creed and theology. Notably, he concluded the entire work with Kitab al-Tawhid. A significant topic within this section is the exposition of the Asma al-Husna (the Most Beautiful Names) in the context of Divine Oneness; these are the attributive names of the Almighty that eloquently express the virtues, perfections, and majesty of the Divine Being. Therefore, the Asma al-Husna that Imam Bukhari has cited in Kitab al-Tawhid are presented below.

Keywords: Sahih Bukhari's. Kitabul Tawheed. Asma-ul-Husna (The Most Beautiful Names of Allah)

تعارف موضوع

امام بخاریؒ کی تصانیف میں سب سے عظیم الشان تصنیف "صحیح بخاری "ہے جس کی کتاب الایمان اور کتاب التوحید میں امام بخاریؒ نے عقاید اور علم کلام سے متعلق اکثر مباحث کو جمع کیا ہے، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کو کتاب التوحید پر ختم کیا ہے، صحیح بخاری کی کتاب التوحید کے مباحث میں سے ایک اہم مبحث توحید الٰہی کے ضمن میں اسماء حسنیٰ کا بیان ہے اور یہ ذات باری تعالیٰ کے لیے وہ صفاتی نام ہے جو اس عظیم ذات کی کسی خوبی، کمال اور شان کو اچھے انداز میں بیان کرتا ہو، لہذا ذیل میں ان اسماء حسنیٰ کو ذکر کیا جائے گا جو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں بیان کیا ہے۔

فرضیہ تحقیق

i. صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں مذکور اسماء حسنیٰ کون کون سے ہیں۔
ii. صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں مذکور اسماء حسنیٰ سے امام بخاریؒ کا مقصد کون کون سے معانی ہیں۔

سابقہ لٹریچر کا جائزہ:

امام بخاریؒ کی صحیح بخاری پر بہت زیادہ کام ہو چکا ہے جن میں سے چند تحقیقی مضامین یعنی آرٹیکل مندرجہ ذیل ہیں:

i. "الجامع الصحیح میں امام بخاریؒ کی فقاہت تراجم ابواب کی روشنی میں" یہ عبدالغفار اور ہدایت علی رانا کا مشترکہ آرٹیکل ہے جو 'پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ' سے ۲۰۱۱ء کو شائع ہوا تھا۔
ii. "الجامع الصحیح کے تراجم ابواب میں امام بخاریؒ کا منہج واسلوب" یہ بھی عبدالغفار کا آرٹیکل ہے جو 'القلم' سے جون ۲۰۱۱ء کو شائع ہوا تھا۔
iii. "صحیح بخاری میں امام بخاریؒ کے اصول حدیث: تحقیقی مطالعہ "عبدالغفار اور تنویر قاسم کا مشترکہ آرٹیکل ہے جو 'پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ' میں ۲۰۱۵ کو شائع ہوا تھا۔
iv. امام بخاریؒ کا فرقہ جہمیہ اور فرقہ معتزلہ کے بارے میں موقف" صحیح بخاری کی کتاب التوحید کی روشنی میں" عبدالحق اور ڈاکٹر گل زادہ کا مشترکہ آرٹیکل ہے جو Al-Misbah ریسرچ جرنل میں ۲۰۲۲ء کو شائع ہوا تھا۔

---

[i] *Lecturer of Islamiat, The Quaid-i-Azam College for Boys, Mardan.*
[ii] *Master's in Islamic Studies – Wafaq-ul-Madaris Al-Arabia Pakistan, Multan.*

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

لیکن صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں مذکور اسماء حسنیٰ پر تحقیقی کام اب تک کام ہوا ہے اس وجہ سے اس بات کو ذیل میں واضح کیا جائے گا۔

صحیح بخاری کی کتاب التوحید کا تعارف:

کتاب التوحید کل ۵۸ ابواب پر مشتمل ہے، جس میں امام بخاریؒ نے علم کلام سے متعلق اکثر مباحث کو جمع کیا ہے، جس میں زیادہ تر مباحث سے امام بخاریؒ کا مقصد ذات باری تعالیٰ کا تعارف کرنا ہے بایں وجہ کتاب کا نام "کتاب التوحید" رکھا ہے لیکن "کتاب التوحید" میں مذکور زیادہ تر ابواب، باری تعالیٰ کے اسماء وصفات سے متعلق ہیں جس کی وجہ سے کتاب التوحید کے نام میں شراح حدیث کا اختلاف ہے۔ علامہ نسفیؒ اور اکثر شراح نے فربریؒ سے اس کتاب کا نام صرف "کتاب التوحید" نقل کیا ہے اور علامہ مستملیؒ نے "الرد علی الجهمية و غيرهم" کا اضافہ کیا ہے۔[1]

علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں اس کتاب کا عنوان یوں درج ہے: "كتاب التوحيد ورد الجهميه"[2]

اسماء حسنیٰ کا تعارف:

اسماء حسنیٰ سے مراد ذات باری تعالیٰ کے وہ اچھے اور انتہائی خوبصورت نام ہے جو قرآن یا احادیث مبارکہ میں مذکور ہو، اور ذات باری تعالیٰ کے کسی صفت کمال پر دلالت کر رہا ہو، ویسے تو اسماء حسنیٰ کا مبحث ایک وسیع میدان ہے، بلا مبالغہ سینکڑوں علماء نے اس فن میں الگ الگ کتابیں لکھی ہیں۔

کتاب التوحید میں ذکر شدہ اسماء باری تعالیٰ کو ذکر کرنے سے پہلے علامہ ابن خلدونؒ کا "لباب المحصل فی اصول الدین" کے چوتھی قسم میں اسماء باری تعالیٰ کا وہ جامع ابتدائیہ اور پر درد دعاء نقل کرتے ہیں، جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ جب ابن خلدونؒ جیسے شخصیات، اس باب میں داخل ہونے سے پہلے یوں بارگاہ ایزدی میں لب بر دعاء ہے تو ہم جیسے ہما و شما کو کتنے احتیاط کی ضرورت ہے:

"يا واجب الازل ويا قديما لم تزل تعلم أن اتكالى على عفوك يبسط آمالى وانقطاعى الى جلالك أفضل أعمالى فحقق أملى فيك وأشغلنى عن الحق بمعرفتك وقنى عذاب الشهوة ونار الغضب وألم العصيان انك عليما تشاء قدير "وقل رب أعوذبك من همزات الشيٰطين (المؤمنون۹۷) "[3]

تمہیدی کلمات کے بعد فرماتے ہیں: کسی بھی چیز کا اسم یا تو اپنے ماہیت پر دلالت کرتا ہے یا جزء ماہیت پر یا صفت حقیقی اور صفت اضافی پر یا ان کے مجموعہ سے مرکب معانی پر، جبکہ باری تعالیٰ کے حق میں یہ تینوں محال ہے کیونکہ صرف جزء پر دلالت کرنے والے لفظ کو اسم کامل نہیں کہا جا سکتا تو جس طرح ذات باری لامحدود ہے اسی طرح اسماء باری تعالیٰ بھی لامحدود ہیں۔

"ولا نهاية لها فكذا اسمائها"[4]

اس لئے اسماء باری تعالیٰ کے بارے میں کامل احصاء کا دعویٰ آج تک کسی نے نہیں کیا اور نہ کر سکتا ہے، البتہ اس تحقیقی مضمون کا موضوع صرف وہ اسماء حسنیٰ ہیں، جو امام بخاریؒ نے کتاب التوحید میں ذکر کئے ہیں، اور ان اسماء کے ذکر سے امام بخاریؒ کون سے کلامی مباحث ذکر کرنا چاہتا ہے۔

کتاب التوحید میں مذکور اسماء حسنیٰ:

الرحمٰن:

امام بخاریؒ نے اسماء حسنیٰ کے بحث کا آغاز اس باب سے کیا ہے:

"باب قول الله تعالى:قل ادعو الله او ادعوا الرحمٰن أيا ما تدعوا فله الاسماء الحسنى(الاسراء)" [5]

لیکن اس باب میں جو دو روایات نقل کئے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے اسم ذات یعنی لفظ اللہ سے کوئی بحث نہیں، بلکہ دونوں احادیث اسم رحمٰن کی تشریح پر مشتمل نقل کئے ہیں، پہلی روایت یہ نقل کی ہے:

"عن جرير بن عبدالله قال:قال رسول الله ﷺ لا يرحم الله من لا يرحم الناس" [6]

"ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتے۔"

پھر اسامہ ابن زیدؓ کی روایت نقل کی ہے:

"وانما يرحم الله من عباده الرحماء" [7]

علامہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں: اس باب کا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ صفت رحمت، اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے صفت فعلی نہیں۔[8] اس مادہ سے الرحیم بھی مستعمل ہے، قرآن کریم میں کل ۵۷ بار الرحمٰن کا اسم آیا ہے، ۵۱ بار الرحمٰن اور چھ مرتبہ الرحیم کے ساتھ آیا ہے، ساتھ ساتھ میں اگر سورتوں کی ابتداء میں بھی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مسطور"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ۱۱۳ مرتبہ بھی شمار کیا جاوے تو کل تعداد ۱۰۷ ہو جائیگی۔امام بخاریؒ نے یہاں صفت رحمت کی تفسیر نہیں کی لیکن دوسری جگہ "باب الدعاء مع الخوف"صفت رحمت کی تفصیل پر الگ پوری تفصیلی روایت ذکر کی ہے:

"حضرت ابو ھریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:اللہ تبارک وتعالی نے جس دن رحمت کو پیدا کیا اس دن اس کے سو حصے کئے ۹۹ اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصہ پوری مخلوقات کو دے دیا اگر کافر کو اللہ تعالی کی پوری رحمت کا علم ہو جائے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو (باوجود کفر کے)اور اگر مؤمن کو عذاب معلوم ہو جائے تو وہ کبھی دوزخ کے خوف سے آزادی محسوس نہ کرے،باوجود مؤمن ہونے کے"[9]

یعنی صفت رحمت وغضب دونوں میں باکمال ہے،جب صفت رحمت وغضب دونوں میں کامل واکمل ہے اور یہ دونوں صفات متضاد ہیں تو پھر ترجیح کس جانب کو ہو گی،اس کا جواب بھی ابو ھریرہؓ کی حدیث میں ہے جو امام بخاریؒ نے اسی کتاب التوحید میں نقل کیا ہے:

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو خود اپنے ہاتھوں سے یہ لکھا کہ میرا رحمت میرے غضب پر حاوی اور غالب ہو گا۔"[10]

امام بخاریؒ نے اسی روایت کے اجزاء ذرا تفصیل سے نقل کئے ہیں:

"لما خلق الله الخلق كتب فی كتابه وهو يكتب على نفسه وهو وضع عنده على العرش ان رحمتی تغلب غضبی" [11]

امام بخاریؒ اس روایت سے رحمت کی وسعت اور تغلیب علی الغضب ثابت کرنا چاہتے ہیں،اس لئے یہ روایت اس باب میں نقل کیا ہے:

"باب قوله تعالى: ويحذر كم الله نفسه" [12]

الرزاق:

امام بخاریؒ نے دوسرا نام "الرزاق" ذکر کیا ہے باب کا نام یہ لکھا ہے:

"باب قول الله عزوجل: ان الله هو الرزاق ذوالقوة المتين"

باب میں ذکر کردہ روایت مندرجہ ذیل ہے:

"ما أحد أصبر على سمعه من الله يدعون له الولد ثم يعافيهم ويرزقهم"

"اللہ تعالی سے زیادہ کوئی صبر نہیں کرتا کہ بندہ اللہ تعالی کو گالی دیتا ہے۔اس کے لئے ولد کا دعوی کر کے بیٹیوں کا دعوی اور عقیدہ رکھ کر،لیکن اللہ تعالی پھر بھی انہیں رزق دیتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

"ويرزقهم" سے صفت رازقیت کی طرف اشارہ کیا ہے،اس حدیث میں اللہ تعالی کے دوصفات ذکر کئے گئے ہیں،ایک صفت ذاتی اور دوسرا صفت فعلی۔صفت رازقیت صفت فعلی ہے کیونکہ رازق مرزوق کا تقاضہ کرتا ہے باری تعالی کا وجود اس زمانے سے تھا جب مرزوقین کی وجود ہی نہیں تھی لیکن اللہ تعالی نے اسی وقت بھی اپنے آپ کو صفت "الرزاق" کے ساتھ متصف کیا تھا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:رزق،اللہ تعالیٰ کا وہ فعل ہے جو مخلوق کو رزق دینے سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے صفت رزق صفت فعلی ہے،حالانکہ ذات باری تعالی اس وقت بھی موجود اور اس صفت سے متصف تھے جب مخلوق اور مرزوقین کا وجود ہی نہیں تھا،اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی پیدائش سے پہلے اپنے آپکو اس صفت سے متصف کیا اس معنی پر:عنقریب وہ رزق دیگا جب مخلوق کو پیدا کریگا۔[13]

القوۃ:

اس عنوان میں دوسری صفت صفت قوت ذکر کی گئی ہے"قوت"صفات ذاتیہ میں سے ہے یعنی صفت قوت کا معنی "قادر وذا القدرت"ہوتا ہے،صفت رزق کو مرزوقین کے ساتھ خاص کر کے افاضت رزق کے لئے مخلوق کا ہونا لازمی ہو جاتا ہے یوں یہ صفت حادث بن جاتا ہے۔علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:صفت حادث کے لزوم کے ساتھ باری تعالی کے ازلیت قدرت پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ صفت رازقیت کا تعلق حادث ہو جائے گا نفس صفت نہیں۔[14]

ابن المنیر الاسکندرانیؒ نے اس کی عجیب مطابقت حدیث باب سے ذکر کی ہے:

"اما القدرة والقوة فبقوله ما أحد اصبر على اذى سمعه من الله عزوجل" ففيه

اشارة الی قدرة الله تعالی علی الاحسان اليهم مع كفرهم به وأما البشر فانه لا يقدر علی الاحسان الی المسيئ طبعا وكيف يتكلف ذالک شرعا لان الذی يحمل علی المكافاة والمسارعة بالعقوبة خوف الفوت والله سبحانه قادر أزلا وأبدا لا يعجزه شيئ ولا يفوته" [15]

کفران نعمت بلکہ کفر کے باوجود نعمت کو سلب نہ کرنے سے خدا کی طاقت کی طرف اشارہ ہے۔اللہ تعالی باوجود اس کے تو نعمتیں جاری رکھتا ہے اس سے صفت "القوۃ" کی طرف اشارہ ہے۔

المتین:

اسی باب میں تیسری صفت "المتین" ذکر کیا ہے،المتین متن سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بروزن فعیل۔[16]

علامہ ایجیؒ کے فرماتے ہیں:انتہائے قوت کا نام المتین ہے۔[17] پھر علامہ آمدیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

"قال الآمدی معناه نفی النهاية فی القدرة" [18]

العلوی نے لکھا ہے:

"مقصد هذه الآية اثبات المتانة وهی من الصفات الذاتية" [19]

علامہ تبریزیؒ نے المتین کا معنی "کل صلب شديد" سے کیا ہے۔[20] اور دیوان الحماسہ کے دوسرے شارح المرزوقی نے بھی یہی معنی ذکر کیا ہے۔[21] لیکن باری تعالی کے حق میں اس معنی کے لئے اور بھی بہت سارے اسماء موجود ہے،اس وجہ سے امام رازیؒ کے ہاں ذات باری تعالیٰ کے حق میں متین اور صلابۃ کا معنی صحیح نہیں،بایں وجہ امام رازیؒ نے اس صفت کو دلالت التزامی کے درجہ میں لازم معنی پر محمول کیا ہے:

"فوجب حمله علی لازم هذا المعنی وهو اما كمال حال التأثير فی الغير او كمال فی أن لا يتأثر عن الغير" [22]

امام رازیؒ سے یہی معنی کچھ لفظی تغیر کے ساتھ قاضی بیضاویؒ نے "شرح اسماء اللہ الحسنی" میں نقل کیا ہے۔[23]

علم الغیب:

امام بخاریؒ نے "علم الغيب" کا نام نقل کیا ہے لیکن باری تعالی کے مشہور اسماء میں یہ اسم شامل نہیں اور نہ امام بخاریؒ نے اس کو بطور اسماء باری تعالی نقل کیا ہے بلکہ باب کا نام بھی صرف اس آیت کو نہیں بنایا بلکہ تین آیات اور بھی ذکر کر دیئے ہیں،اور پھر اس باب میں جو روایات لائے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد اس لفظ سے نام کی بجائے اس کی معنوی اہمیت پر زور دینا ہے۔باب میں دو روایات نقل کئے ہیں:ایک "مفاتيح الغيب خمس" والی مشہور روایت اور دوسری حضرت عائشہؓ کی مشہور روایت:

"ومن حدثک انه (ای النبی ﷺ) يعلم الغيب فقد كذب: لان الله تعالی يقول لا يعلم الغيب الا الله"

ابن بطالؒ فرماتے ہیں:امام بخاریؒ کا مقصد ترجمۃ الباب سے اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علم کا ثبوت ہے اور یہ باری تعالیٰ کے لیے صفت ذاتی ہے۔[24]

السلام:

پانچویں باب میں امام بخاریؒ نے "السلام" اور "المؤمن" کے دو اسماء ذکر کئے ہیں اور اس باب کا مطلب بھی اسم "السلام" کی وضاحت ہے،باب میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"قال عبدالله كنا نصلی خلف النبی ﷺ فنقول السلام علی الله: فقال النبی ﷺ ان الله هو السلام ولكن قولوا التحيات لله والصلوٰت والطيبات السلام عليک ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلی عباد الله الصالحين" [25]

اس حدیث کا بظاہر تعلق اسم "السلام" سے زیادہ تشہد کے ساتھ ہے لیکن امام بخاریؒ نے "کتاب الادب" میں یہ حدیث اس عنوان سے نقل کیا ہے:

"باب السلام من اسماء الله تعالی" [26]

السلام کے مختلف معانی ہے ایک معنی اس کا جنت ہے قرآن کریم میں بھی اس معنیٰ میں مستعمل ہے:

"والله يدعوا الیٰ دار السلام" [27]

اس لئے کہتے ہیں:جنت میں جانے والا موت اور غموں کی دلدل سے سلامت اور محفوظ ہو جاتا ہے۔[28] اور اسی سلامت کے معنی سے اس آیت میں بھی استدلال

ہوا ہے:

"واما ان کان من اصحٰب الیمین فسلٰم لک من اصحٰب الیمین"[29]

تشھد میں بھی سلامت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

انسان کے لئے وحشت ناک دن تین ہوتے ہیں، پہلا دن وہ جب انسان پیدا ہو جائے کیونکہ وہ جس جہاں میں ہوتا ہے باہر آ کے اس سے الگ دنیا کا نظارہ کرتا ہے، دوسرا اس کے موت کا دن کہ اس کا ملاقات اگلے جہاں کے باسیوں (مردوں) سے ہونے والا ہوتا ہے اور تیسرا موت کے بعد اٹھنے والا دن کہ محشر عظیم میں حاضری ہو گی، تو اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اِن تین دنوں میں عظیم احسان کیا اور ان کے لئے سلامتی کا وعدہ کیا۔[30]

اس وجہ سے باری تعالیٰ کا نام "السلام" ہے اور قرآن مجید میں حضرت یحیٰؑ کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

"وسلم علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا" [31]

امام رازیؒ نے اسم سلام کی بطور صفت باری تعالی، بہترین تشریح کی ہے فرماتے ہیں: اسم سلام سے مراد کلام باری تعالیٰ ہے، اگر سلام سے مراد باری تعالی کی تمام عیوب سے برأت ہو تو یہ صفات تنزیہیہ میں سے ہے اور اگر مراد اپنے مقرب بندوں پر سلام بھیجنا ہو تو یہ صفات ذاتیہ میں سے ہے اور اگر ہم اس معنیٰ پر حمل کریں کہ وہ بندوں کو سلامتی عطاء کرتا ہے تو پھر یہ صفات فعلیہ میں سے ہیں۔[32]

پھر بندے کے حق میں سلامتی دو اقسام پر ہے، دین کی سلامتی اور دنیا کی سلامتی، دنیا کی سلامتی: آفات مؤذیات سے بچنا ہے جبکہ دین کی سلامتی کی تین قسمیں ہیں:

1. انسان کا عقیدہ شرک وبدعات اور شبہات بدعات سے منزہ اور پاک ہو۔
2. طریقت میں سلامتی یہ ہے کہ انسان کا عقل شہوت وغضب کا امیر وسردار ہو، عقل شہوات کا قیدی نہ ہو کیونکہ شہوت اور غضب کی حیثیت غلام اور عقل کی حیثیت بدن میں آقا کی طرح ہے۔
3. مقام حقیقت میں سلامتی یہ ہے کہ انسان کے دل میں غیر اللہ کی طرف بالکل التفات نہ ہو۔

علامہ عینیؒ کے مطابق "السلام" کبھی محض سلامتی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی صرف "تحیہ" کے لئے اور کبھی ان دونوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے بایں معنی کہ کسی بھی جانب کو ترجیح دینا آسان نہ ہو۔[33] جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا"[34]

المؤمن:

امام بخاریؒ نے اس باب میں دوسرا نام "المؤمن" ذکر کیا ہے لیکن المؤمن کے بارے میں نہ کوئی روایت لائے ہیں اور نہ ہی تعلیقا کوئی تشریحی عبارت ذکر کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے ہاں اسماء باری تعالیٰ "السلام" اور "المؤمن" میں زیادہ فرق نہیں بلکہ امام بخاریؒ السلام کو سلامتی اور المؤمن کو امن دینے سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام رازیؒ نے اس کے متعلق ایک عجیب روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن باری تعالی کی طرف سے اعلان ہوگا: جن لوگوں کے نام کسی بھی نبی کے نام پر ہو وہ جنت میں چلے جائے تو جن لوگوں کے نام نبیوں کے نام پر ہو وہ جنت میں چلے جائنگے اور باقی مؤمن وہاں رہ جائنگے تو اللہ تبارک وتعالی ان سے فرمائیگا بمع علم ہونے کے، تم کیوں یہاں باقی ہو وہ جواب دینگے ربا: ہمارا نام کسی بھی نبی کے نام کے ساتھ یکساں نہیں لیکن یہ ہے کہ ہم مؤمن ہیں تو اللہ تعالی فرمائے گا:

"انا المؤمن وانتم المؤمنون فادخلوا الجنة برحمتی" [35]

کہ چل میرا نام بھی المؤمن ہے اور تم بھی مؤمنون، تو سارے جنت میں میرے رحمت سے داخل ہو جاؤ۔

ملک الناس:

چھٹے باب میں امام بخاریؒ نے "ملک الناس" کا ذکر کیا ہے جس میں ذکر کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد "ملک الناس" سے اسمیت سے زیادہ صفت پر توجہ دینا ہے، باب میں ایک ہی روایت نقل کی ہے:

"عن النبی ﷺ قال:یقبض الله الارض یوم القیامة ویطوی السماء بیمینه ثم یقول أنا الملک وأین ملوک الارض" [36]

اس حدیث میں ایک تو قدرت باری تعالی کی اصل بادشاہت وشہنشاہیت کی طرف اشارہ ہے لیکن حدیث کے اس جزء "ویطوی السماء بیمینه" سے صفت

تشابہہ "یمین" کی طرف اشارہ ہے، "الملک" کے مادے سے قرآن کریم میں اور بھی بہت سارے نام اللہ تبارک وتعالی کے لئے استعمال ہوئے ہیں:

1. الملک: "ھو اللہ الذی لاالہ الاھو الملک القدوس"[37]
2. ملیک: "فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر "[38]
3. مالک الملک: "قل اللھم مٰلک الملک "[39]
4. ملکوت: "فسبحٰن اللذی بیدہ ملکوت کل شیئ والیہ ترجعون "[40]

اللہ تعالی کے ننانوے ناموں میں صرف "الملک" اور "مالک الملک" شامل ہیں، لیکن متکلمین کا اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں بلیغ کونسا اسم ہے۔ بعض علماء نے "الملک" کو ابلغ قرار دیاہے کیوں کہ ملک سے اظہار ہوتاہے: تمام مخلوقات اس کے مملوکات ہیں، بایں وجہ "الملک" کا اطلاق جب عمومی ہو تو اس میں اشارہ ہوتاہے کہ اس کے مملوکات زیادہ ہے اور جب صرف کچھ اشیاء کے ملک کی طرف اشارہ ہو تو پھر مملوک ساتھ ذکر کیا جاتاہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "الملک" "ملک بضم المیم سے مأخوذ ہے اور "مالک" "ملک بکسر المیم سے مأخوذ ہے اور ملک بکسر المیم سے ملک بضم المیم راجح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے خود اپنے ملکیت کے لئے یہ لفظ استعمال کیاہے[41] :

"قل اللھم ملک الملک "[42]

جبکہ دوسرے علماء کلام نے "المالک" کو ابلغ قرار دیاہے البتہ ملیک کے المالک سے زیادہ بلیغ ہونے پر اتفاق ہے اور یہ الناصر سے النصیر، القادر سے القدیر اور العالم سے العلیم کی طرح ہے۔ ہرچہ "مالک الملک" ہے تو وہ ان تینوں سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ: مالک الملک انہی الفاظ "الملک، اورالمِلک، کے معنی پر مشتمل ہے لیکن ان کلمات کے انفرادی معنی میں مبالغہ اور شدت کا وہ قوت نہیں جو مجموعہ مالک الملک میں ہے۔[43]

فلاسفہ کے ہاں اس لفظ کا معنی بہت عجیب ہے، ہم بطور نمونہ صرف ابن سینا کی تعریف ذکر کرتے ہیں:

> "الملك الحق، هو الغني الحق مطلقًا، ولا يستغني عنه شيء في شيء، وله ذات كل شيء؛ لأنه منه أو ما منه ذاته،فكل شيء غيره فهو مملوك، وليس له إلى شيء فقر "[44]
>
> "وہ ذات جو بلا تفریق تمام کائنات سے مستغنی ہو کہ ہر شیئ کا وجود بالواسطہ یا بلاواسطہ انہیں کا مرہون منت ہو، اور اس کے ماسواء ہر چیز ان کا مملوک ہو اور بذات خود کسی کی طرف احتیاج نہ رکھتاہو۔"

قاضی عبدالجبار المعتزلیؒ نے "المغنی" میں "الملک والمالک" دونوں کو مترادف قرار دیاہے۔[45] الیافعیؒ نے لکھاہے کہ معتزلہ کے ہاں مطلق قاضی سے مراد عبدالجبار المعتزلیؒ ہوتاہے۔[46]

العزیز:

ساتویں باب میں امام بخاریؒ نے دو اسماء ذکر کئے ہیں "العزیز" اور "الحکیم" اس باب میں تین روایات ذکر کئے ہیں، تینوں روایات سے اسم "العزیز" کے متعلق استنباط کیا جاسکتاہے الحکیم کے متعلق کوئی روایت ذکر نہیں کی، العزیز کا معنی عام طور پر "غالب" سے کیا جاتاہے لیکن امام بخاریؒ نے اس معنی کی طرف التفات ظاہر نہیں کیاہے اگرچہ قرآن کریم میں غلبہ کے لئے یہ مادہ استعمال ہواہے:

"فقال اکفلنیھا وعزنی فی الخطاب"[47]

میں داؤد علیہ السلام کے قول عزنی سے "غلبہ فی الخطاب" مراد ہے۔

عزیز کا ایک معنی: جس کی کوئی نظیر نہ ہو بلکہ جس کا ثانی عقلا بھی ناممکن ہو "العزیز " کہلا سکتاہے اور اسی معنی میں یہ صرف باری تعالی پر بولا جاسکتاہے۔ عربی ادب میں اس کا استعمال غلبہ کے معنی میں زیادہ ہواہے، جریر کا ایک شعر ہے:

"یعز علی الطریق بمنکبیہ   کما ابترک الخلیع علی القداح"[48]

عمر بن ابی ربیع کا شعر ہیں:

"ھنالک اما تعز الھوی   واما علی اثرھم تکمد"[49]

اخطل کے ایک شعر میں یہ لفظ یوں استعمال ہواہے:

"وفیھم لیتم اللہ طود تعزہ   جبال اذا سارت حنیفة أو عجل"[50]

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

امام غزالیؒ کے ہاں "العزیز" وہ کہلاتا ہے جس کا وجود اور مثل بہت کم ہو اور اس کی طرف احتیاج زیادہ ہو، اور اس تک رسائی بھی مشکل ہو، جس میں یہ تینوں معانی بیک وقت نہ پائے جائیں وہ العزیز نہیں کہلا سکتا، بہت ساری چیزیں ایسی بھی ہوتی ہے جن کا وجود تو کمیاب ہوتا ہے لیکن اس کی طرف احتیاج زیادہ نہیں ہوتی اس وجہ سے اُس پر العزیز کا اطلاق نہیں ہوتا اور بعض ایسے بھی ہوتی ہے جن کی طرف احتیاج شدید ہوتا ہے اور ان میں نفع بھی زیادہ ہوتا ہے لیکن حصول اُن کا آسانی سے ہوتا ہے اس لئے اُس پر بھی العزیز کا اطلاق نہیں ہوتا سورج کی طرح کہ اُس کا مثل بھی نہیں ہے نفع بھی عظیم ہے لیکن اس کے فوائد سے استفادہ بغیر کسی مشکل کے آسانی سے ہوتا ہے اس وجہ سورج پر بھی العزیز کا اطلاق نہیں ہوتا۔ [51]

"العزیز" کی اس سے زیادہ بہتر تشریح نہیں کی جاسکتی، واقعی بعض چیزوں کا وجود تو نادر ہوتا ہے لیکن اس کی طرف احتیاج کی کثرت نہیں ہوتی، بعض چیزوں کا نفع عظیم بھی ہو اور سھل الحصول بھی اس لئے اس پر بھی "العزیز" کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مثلا: سورج، چاند وغیرہ لیکن ان کا ثانی ممکن ہوتا ہے اور ان کے بغیر وجود کائنات محال بھی نہیں کہ ابتداء شمس و قمر تو واقعی معلوم ہے اور ان کے ابتداء سے پہلے بھی کائنات کا وجود بھی یقینی۔

الحکیم:

اس باب میں امام بخاریؒ نے دوسرا نام "الحکیم" ذکر کیا ہے لیکن اس بارے میں کوئی روایت ذکر کی ہے نہ اس کے معنی کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے، الحکیم بروزن العزیز، السمیع وغیرہ اسم فاعل کا صیغہ ہے "احکام" کے مصدر سے معنی ہے: اپنے مخلوقات اور محکومات کے لئے بہترین تدبیر اور اچھے حسن تقدیر کے ساتھ نظام مقرر کرنا۔ [52]

حکمۃ کا ایک معنیٰ نامناسب افعال سے منزہ ہونا بھی ہے:

"والحكمة عبارة عن كونه مقدسا عن فعل ما لا ينبغي
كقوله تعالى: افحسبتم انماخلقنكم عبثا (سورةالمؤمنون:١١٥)"[53]

"حکمت عبارت ہے اُس ذات سے جس کا ہر فعل نامناسب کے خدشات سے بھی پاک ہوتا ہے۔"

امام رازیؒ نے اسی اسم کی تشریح میں معتزلہ کا یہ اعتراض نقل کیا ہے: معتزلہ کہتے ہیں کہ جب آپ نے تمام قبائح اور منکرات کو مسئلہ تقدیر میں باری تعالیٰ کا فعل قرار دیا تو پھر حکمت کہاں رہی۔۔۔؟ جواب میں امام رازیؒ نے لکھا ہے:

"قلنا الباطل هو التصرف في ملك الغير فمن تصرف فی ملک نفسه فأی فعل
فعله كان حكمة وصوابا" [54]

"ہم کہتے ہیں کوئی بھی فعل قبیح تب کہلاتا ہے جب غیر کے ملک میں تصرف ہو اور جب تصرف اپنے ہی ملک
میں ہو تو وہ قبیح نہیں کہلاتا۔"

لیکن عصر حاضر کے ماحول میں مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اپنے ملک میں ہر قسم کا تصرف جائز ہو جائے تو پھر بہت سارے اور مفاسد کی راہ کھلے گی، اس لئے اس اعتراض کا یہ جواب زیادہ صحیح ہے: حکمت کا معنی اسباب کو اس طریقہ سے ترتیب دینا ہے کہ مسببات کا وجود بطور نتیجہ موجود ہو جائے اور باری تعالی پر الحکیم کا اطلاق اس معنی میں کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بلا قید و تقیید تمام مسببات اجمالیہ و تفصیلیہ کا مسبب الاسباب ہے۔ [55]

علامہ زجاجیؒ نے لکھا ہے: حکیم اُس ذات کو کہا جاتا ہے جس کے تمام افعال محکم اور کامل ہو اس کے کسی بھی فعل میں کسی قسم کا کوئی اضطراب نہ ہو اور اسی وجہ سے جب عمارت کی بنیادیں مظبوط کئے جائیں تو کہا جاتا ہے "بناء محكم اى قد أتقن" جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اسی وجہ سے حکیم کہا جاتا ہے کہ باری تعالیٰ کے تمام تر تصرفات ایک مظبوط مسلسل اور مستحکم کڑیوں کی طرح تقدیر خداوندی کے تابع ہوتے ہیں۔ [56]

خلاصہ:

صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں مذکور اسماء وصفات کا بحث علم کلام کے اہم اور تفصیلی مباحث میں سے ہے، کتاب التوحید میں ذکر شدہ تمام اسماء وصفات کا استقصاء اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں، بلکہ اس موضوع پر ایک مستقل تحقیقی مقالہ مرتب کی جاسکتی ہے تاکہ اسماء باری تعالیٰ کی تمام حکمتوں اور باریکیوں سے تمام مسلمان واقف ہو۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

حواشی وحوالہ جات

---

[1] عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۳، ص ۳۴۴۔

[2] کرمانی، محمد بن یوسف، شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، دار إحیاء التراث، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۱ھ، ج ۲۵، ص ۹۵۔

[3] ابن خلدونؒ، لباب المحصل فی اصول الدین، دارالکتب لبنان، ۱۴۲۵ھ، ص ۳۴۵۔

[4] اسرارالمعانی فی اسماء اللہ الحسنی، دکتور محمد السید حسن، المکتب الجامعی الاسکندریہ، ۱۴۲۵ھ، ص ۴۵۔

[5] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الطاف اینڈ سنز کراچی، ج ۴ ص ۲۰۲۷۔

[6] ایضا، ج ۴ ص ۲۰۲۸۔

[7] ایضا، ج ۴ ص ۲۰۲۸۔

[8] ایضا، ج ۴ ص ۲۰۲۸۔

[9] ایضا، ج ۸ ص ۹۹۔

[10] ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، أبو عيسى، المتوفی ۲۷۹ھ، سنن الترمذی، مصطفى البابي، مصر، ط ۲، ۱۳۹۵ھ، ج ۵ ص ۵۴۹۔

[11] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاة، ج ۹ ص ۱۲۰۔

[12] ایضا، ج ۹ ص ۱۲۰۔

[13] ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری، دار المعرفة، بیروت، ج ۱۳ ص ۳۶۰۔

[14] ایضا، ج ۱۳ ص ۳۶۰۔

[15] ابن المنیر الاسکندرانی، احمد بن محمد بن منصور، المتوفی ۶۸۳ھ، المتواری علی تراجم ابواب البخاری، مکتبۃ العلاء، کویت، ص ۴۱۳۔

[16] الزجاج، ابراهیم بن السری بن السهل ابو اسحاق، المتوفی ۳۱۱ھ، تفسیر اسماء اللہ الحسنی، بتحقیق احمد یوسف الدقاق، دارالثقافة، ص ۵۵۔

[17] الایجی، عضد الدین، کتاب المواقف، دارالجیل، لبنان، ج ۳ ص ۳۱۰۔

[18] ایضا، ج ۳ ص ۳۲۲۔

[19] العلوی، عبد القادر السقاف، صفات اللہ عزوجل الواردة فی الکتاب والسنة، دارالھجرة، ط ۱، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۱۸۔

[20] التبریزی، یحیٰ بن محمد الشیبانی، المتوفی ۵۰۲ھ، شرح دیوان الحماسة، دارالعلم، بیروت، ص ۳۴۸۔

[21] المرزوقی، أبو علی احمد بن محمد بن الحسن الاصفہانی، المتوفی ۴۳۱ھ، شرح دیوان الحماسة، دارالکتب، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ص ۴۴۴۔

[22] الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی، الملقب بفخر الدین الرازی خطیب الری، المتوفی ۶۰۶ھ، لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، مکتبۃ الازھریة، خلف الجامع الازھر، ۱۴۲۰ھ، ص ۲۸۵۔

[23] البیضاوی، ابو سعید عبد اللہ بن عمر الشیرازی، المتوفی ۶۸۵، شرح اسماء اللہ الحسنی، دارالمعرفة، بیروت، ۱۴۳۰ھ، ص ۲۷۵۔

[24] ابن بطال، شرح صحیح البخاری، ج ۱۰ ص ۴۰۸۔

[25] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاة، ج ۹ ص ۱۱۶۔

[26] ایضا،ج۵ص۱۸۱۔

[27] سورۃ یونس:۲۵۔

[28] الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر خطیب الری، المتوفی ۶۰۶ھ، لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، ص ۱۸۳۔

[29] سورۃ الواقعۃ:۹۱، ۹۰۔

[30] القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد، الأنصاری، المتوفی ۶۷۱، الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی، دار الصحابہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ص ۲۷۷۔

[31] مریم:۱۵۔

[32] الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر خطیب الری، المتوفی ۶۰۶ھ، لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، ص ۱۸۴۔

[33] العینی، أبو محمد محمود بن أحمد، الحنفی بدر الدین، المتوفی ۸۵۵، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث، بیروت، ج ۲۲ ص ۲۳۳۔

[34] سورۃ نساء:۹۴۔

[35] الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر خطیب الری، المتوفی ۶۰۶ھ، لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، ص ۱۸۷۔

36 بخاری، محمدبن اسماعیل، صحیح البخاری، دارطوق النجاۃ، ج۹ص۱۱۶۔

37 سورۃ الحشر:۲۳۔

[38] سورۃ القمر:۵۵۔

[39] سورۃ آلعمران:۲۶۔

[40] سورۃ یٰسین:۸۳۔

[41] الغزالی، المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی، دار الکتب بیروت، ط۱، ۱۴۰۷ھ، ص ۹۹۔

[42] سورۃ آلعمران:۲۶۔

[43] الرازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر خطیب الری، المتوفی ۶۰۶ھ، لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، ص ۱۷۴۔

[44] الحرانی، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبی القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحنبلی الدمشقی، المتوفی ۷۲۸ھ، بیان تلبیس الجہمیۃ فی تأسیس بدعہم الکلامیۃ، مجمع الملک فہد، ط۱، ۱۴۲۶ھ، ج۱ ص ۵۱۳۔

[45] المعتزلی، عبد الجبار، المتوفی ۴۱۳ھ، المغنی، دار النشر، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج۱۱ ص ۲۸۔

[46] الیافعی، أبو محمد عفیف الدین عبد اللہ بن أسعد بن علی بن سلیمان، المتوفی ۷۶۸، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۷ھ، ج۳ ص ۶۶۔

[47] ص:۲۳۔

[48] الانباری، محمد بن القاسم بن محمد بن بشار، أبو بکر، المتوفی ۳۲۸ھ، الزاہر فی معانی الکلمات الناس، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۱۲ھ، ج۱ ص ۷۸۔

[49] ایضا، ج۱ ص ۷۹۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

[50] الزجاجی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق النھاوندی (م۳۳۷ھ) اشتقاق اسماء اللہ الحسنی، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۲، ۱۴۰۶ھ، ج۱ ص۲۳۷۔

[51] الغزالی، المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی، دارالکتب بیروت لبنان، ط۱، ۱۴۰۷ھ، ص۱۱۷۔

[52] الرازی، آبوعبداللہ محمد بن عمر خطیب الری، المتوفی ۶۰۶ھ، لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، ص۲۷۰۔

[53] الغزالی، المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی، دارالکتب، بیروت لبنان، ط۱، ۱۴۰۷ھ، ص۱۱۷۔

[54] الرازی، آبوعبداللہ محمد بن عمر خطیب الری، المتوفی ۶۰۶ھ، لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالی والصفات، ص۲۷۰۔

[55] الغزالی، المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی، دارالکتب بیروت لبنان، ط۱، ۱۴۰۷ھ، ص۹۷۔

[56] زجاجی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق النھاوندی، المتوفی ۳۳۷ھ، اشتقاق اسماء اللہ الحسنی، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۲، ۱۴۰۶ھ، ج۱ص۶۰۔